

مصیبت اور موت یہاں کیوں ہیں؟

ہر طرف موت اور مصیبت ہے!

ایشیا میں آنے والے سونامی میں ۷۰،۰۰۰ اسے زائد لوگ مارے گئے۔“

”آمش سکول ماسکرا میں دس لڑکیوں کو گولی مار دی گئی۔“

”کترینہ طوفان نے گلف کوسٹ کو تباہ کر دیا۔“

”ڈارفر میں ہزاروں لاکھوں لوگ مارے گئے۔“

المناک واقعات مسلسل طور پر خبروں میں آ رہے ہیں جس میں ایسی ”بے رحم“ آفتیں شامل ہیں جنہوں نے ہزاروں زندگیاں تباہ کر کے رکھ دی ہیں۔ ۱۱/۶ ورلڈ ریڈ سینٹر نیویارک اور پیننا گون حملہ اور فلاٹ ۹۳ میں دہشت گردوں کے تازہ حملے ہمیشہ یاد رہیں گے اور ہم انہیں کبھی فراموش نہ کر سکیں گے۔



۲۰۰۵ کی ابتداء میں سی این این ٹیلی ویژن پر امریکی صدور جارحانہ تھے۔ ڈبلیو۔ بُش اور بیل کلنٹن نے لیری کِنگ کے پروگرام کے ذریعہ ۲۰۰۳ میں آنے والے سونامی کے المناک حادثہ پر اتنرو یوڈ یعنی۔

صدر سے اُنکے مذہبی ایمان کے متعلق سوالات پوچھنے گئے اور پوچھا گیا کہ کیسے لوگوں کو ایشیا میں ہونے والے واقع کی اصطلاح میں محبت سے بھرے خدا کے وجود کو سمجھنا چاہئے۔ مخصوص بیانات جیسے کہ ”زندگی پھولوں کی تیج نہیں“، اُنکی گفتگو کا کلی خاصا تھے۔ اور دونوں صدور نے کہا کہ ایسے المناک واقعات سے انکا ایمان اور مضبوط ہوتا ہے (اگرچہ وہ اس ایمان کی تصریح اس پروگرام میں نہ کر پائے) افسوس کی بات یہ ہے کہ کوئی بھی حقیقی جواب نہ دے سکا۔

یہ افراد جو اس وقت دنیا کے سب سے اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے انہیں چاہیے تھا کہ جواب دینے کیلئے باہم مقدس اور خاص کر اسکی پہلی کتاب کا استعمال کرتے لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ حالانکہ باہم مقدس کے پہلے تین ابواب ہی ہیں جہاں سے مسیحی ایسے سوال اٹھانے والے جہاں کو موت اور دُکھ درد کے اصل معنی بیان کر سکتے اور وضاحت سے بتا سکتے کہ کیوں محبت سے بھرا خدا ایسے المناک واقعات کو ہونے دیتا ہے۔

خوفناک آفتوں کے اذیت ناک اور افسوسناک نتائج کے باوجود یہ حادثے روزانہ کی بنیاد پر وقوع میں آرہے ہیں اور یہ اس عمل کا نتیجہ ہیں جو کائنات کی تاریخ کے بدترین روز پیش آیا: جب ہمارے پہلے باپ آدم نے اپنے خالق خدا کے حکم کی نافرمانی کی۔ اس طرح سے گناہ اور موت اس کامل جہاں میں آموجود ہوئے۔

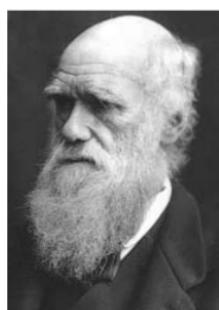
جب ایک بہت بڑا سانحہ ساری دنیا کی توجہ اپنی طرف کھیچ لیتا تو عام طور پر میڈیا

میں اس بات کے متعلق گفت و شنید شروع ہو جاتی کہ ایسے واقعات کو محبت سے بھرے خدا کی مدد میں کیسے ذرک کیا جائے۔ اسی دوران جب بعض مسیحی رہنماؤں سے ان واقعات کے متعلق پوچھا جاتا کہ اُنکے اس بارے میں کیا تاثرات ہیں تو وہ ڈمگا جاتے اور پریشانی سے بات کرنے لگتے جس سے ملحد موقع پا کر متفقہ طور پر دعویٰ کر دیتے کہ ایسی خوفناک مصیبیت میں کسی محبت سے بھرے خدا کا وجود ہوئی نہیں سکتا۔

بے شک ایسے افسوسناک واقعات آج بھی کم نہیں ہوئے۔ یہ بہت پہلے کا واقع نہیں جب بدی کی ایک حکومت نے ساٹھ لاکھ یہودیوں اور بہت سے دوسرے لوگوں کا صفائیا کر دیا۔ علاوہ ازیں اس سے بھی بڑھکروہ محکمات ہیں جو یکے بعد دیگرے ہمیں دکھوں میں بنتا کرتے رہتے ہیں مثلاً بیماری، سرزوں، المناک حادثات اور پھر بلا خرموت۔ جب لوگ شدید بے چینی میں بوجھ سے دب کر خدا کو پکاریں کہ ”کیوں تو کچھ نہیں کرتا؟ کیا تجھے کچھ پرواہ نہیں؟“ اس میں کوئی جیرانگی کی بات نہیں۔

ایک مشہور شخص کی بیٹی کی موت کے بعد اس مشہور شخصیت کے ایمان سے برگشتہ ہونے کو دیکھتے ہیں، ”عینی کی ڈکھ بھری موت نے چارلس کے اعتقاد کی اخلاقی دھیان کمکبر کر اُسے خدا کے بغیر کائنات کے وجود کی جانب موڑ دیا۔ بعد میں اس ایمان نے اُسے مسیحیت سے پھیر کر اس بات کیستھ متفق کر دیا کہ یہی حقیقی و قطعی موت ہے۔ اب (چارلس ڈارون) نے ایک ملحد اور بے ایمان کے طور پر اقدام اٹھایا۔

جب چارلس ڈارون نے اپنی مشہور و معروف کتاب ”جیمز (اجناس) کی ابتداء“ کا حصہ تو اُس وقت وہ موت اور اُسکی

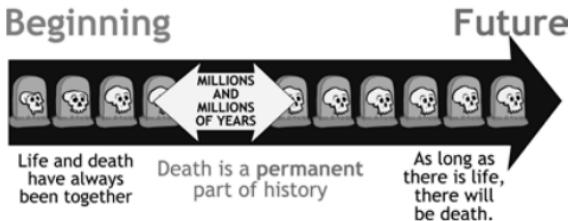


کشمکش سے متعلق تاریخ رقم کرنے میں انتہائی مگن تھا۔ ڈارون نے اپنے اختتامی باب جس کا موضوع ”ارضیاتی ریکارڈ کے آدھوڑے پن“ میں لکھا کہ اس فطری جنگ اور موت سے ایک بڑی بات جو منظر عام پر آتی اور ہے تصور میں بھی لا یا جاسکتا یہ ہے کہ بعد ازاں ان بڑے بڑے جانوروں کی پیدائش و افزائش کیسے ممکن ہوئی۔

زندگی کی اصلیت پر ڈارون کے ارتقائی نظریہ کے تناظر میں اُس نے جانا کہ موت لاکھوں سالوں سے دنیا کا مستقل حصہ تھی۔ بغیر کسی شک و شبہ کے وہ اس مسئلہ کے ساتھ مزاحمت کر رہا تھا مگر جو نبی اُس نے خدا ایمان اور موت و دُلکو، ہم آہنگ کر کے ایک حد تک اپنامن چاہا فلسہ ڈھونڈ لیا تو اپنے اردو گرد کا مشاہدہ کرنے کے بعد جس بات پر وہ ایمان لا یا وہ لاکھوں سالوں کی تھیوری تھی۔

اُس کی بیٹی عینی کی موت نے اُسکی اس جدوجہد کو مزید عروج تک پہنچا دیا ”اُس کی موت کی ماتمی آواز کے ساتھ اُس کے ایمان کی آخری گھنٹی بھی۔“

نظریہ ارتقاء اور لاکھوں سالوں کی تھیوری پر ایمان لانا اس بات کا بھی تقاضا کرتا ہے کہ موت کرہ، ارض پر اُس وقت موجود ہوگی جب ابھی حضرت آدم، پہلے انسان کو خلق بھی نہ کیا گیا ہوگا۔ قدیم فوصل تھوں (جس میں کروڑوں مردہ چیزیں شامل ہیں) کو مفروضہ کے طور پر لاکھوں سالوں سے زندگی کی تاریخ کے ہونے کو جواز کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک بہت مشہور سائنسدان کارل ساگن نے کہا کہ، ”وقت اور موت نظریہ ارتقاء کے بھیہ ہیں۔“



گناہ اور موت

”گناہ اور موت“ کی سرخی موت کی تاریخ کو ایک مختلف تناظر میں شاہکرتی ہے: ایک وہ جسکی تعلیمات باابل دیتی ہے۔ پیدائش کی کتاب کی تاریخ کے من و عن تناظر سے اس دنیا نے ایک کامل جہان سے ابتدائی چھے خدائے کہا تھا ”بہت اچھا ہے“ (پیدائش ۱:۳۱)۔ لیکن یہ آدم کی نافرمانی و سرکشی کے باعث پیگڑتی۔ گناہ اور اسکے نتیجے میں موت اس دنیا میں آموجود ہوئی جو بھی بہشت نما تھی (رومیوں ۵:۱۲)۔ حالانکہ اصل میں موت انسانی وجودی اور مخلوقات کا حصہ نہ تھی۔

موت کی اصل تاریخ کو پیدائش کی کتاب سے من و عن سمجھا جاسکتا ہے دراصل یہ کتاب ہی ہمیں اس لائق بناتی ہے کہ تم محبت کرنے والے اُس خالق عظیم کو جان سکیں چہے موت سے نفرت ہے۔

اب یہ آپ پر مُنحصر ہے کہ آپ کس تاریخ کو بول کرتے ہیں؟ کیا یہ وہ ہے جو خدا کو ایک آدم خورد یوکی طرح لاکھوں سالوں سے موت، یماری اور دکھوں کا ذمہ دار ٹھہراتی ہے؟ آئیں اس کا موجودہ دور میں پوچھے جانے والے اہم سوال سمیت تھوڑا اور بغور مطالعہ کرتے ہیں۔

کیسے ایک قادرِ مطلق، محبت سے بھرا خدا مصیبتوں کو آنے کی اجازت دے سکتا ہے؟

جونہی ایک المناک حادثہ کا ابتدائی دھجکا بتدریج کم ہو جاتا تو لوگ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ ایسے واقعات کیوں رونما ہوتے ہیں۔ جان بو جھ کر بالکل یہی سوال اٹھایا جاتا ہے کہ، ”کیسے یہاں ایک قادرِ مطلق اور پیار کرنے والا خدا ہو سکتا ہے جو ایسی موت اور مصیبتوں کو رونما ہونے کی اجازت دیتا ہے؟“

درحقیقت ہم دیکھتے ہیں کہ مصیبتوں کے بارے ایسی افواہیں عام طور پر دہریئے اس غرض سے پھیلاتے ہیں کہ مسیحیت اور ”خدا محبت ہے“ کے دعویٰ پر حملہ کر سکیں۔

ہجوم کے ہجوم مصیبۃ کے سبب خدا کو رد کر چکے ہیں!

یہ ایمان رکھتے ہوئے کہ ہماری دُنیا لاکھوں کروڑوں سال پرانی ہے ہم میں سے بعض مسیحیوں کے لئے یہ مشکل ہے کہ وہ یہ وضاحت کر سکیں کہ اس ظاہر دکھ درد کے پیچھے کون سما مقصد کا رفرما ہے۔

ڈارون بے شمار لوگوں میں سے ایک ہوا جس نے ہزاروں سال کے دکھ درد اور موت کی کہانی کو اپنے خدا پر ایمان کی روشنی میں پر کھنا چاہا۔ ڈارون نے اپنی بیمار بیٹی کی موت کی تاب نہ لاتے ہوئے اس جدو چہد کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا اور اس کا ایمان لاکھوں سالوں کی تحریکی میں بہگیا۔

بالکل اسی طرح ہی این کے باñی اور ارب پتی ٹیڈٹرنز نے اپنی بہن کی موت کے بعد اپنے ایمان کو کھو دیا۔ نیو یارک ٹائم نے ایک متین مکالمہ اُسکے متعلق کہتے ہوئے تحریر

کیا کہ، ”ٹرزا ایک دردناک مرض سے اپنی بہن کی موت کے بعد ایک کرخت اور بے اعتقاد ملحد میں بدل گیا ہے۔۔۔ اس نے اس بارے مزید لکھا کہ وہ اس حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہا کہ محبت بھرا اور قادرِ مطلق خدا کس طرح کسی کوموت اور دُکھ اور موت و مصیبت میں پڑا رہنے دیتا ہے۔

ایک مشہور مبشر نے اس مصیبت کے سبب جو اس نے دیکھی میسیحیت کو رد کر دیا۔ مشہور و معروف مسیحی مبشر بیلی گراہم کے ایک مرحوم ساتھی چارلس ٹمپلین نے ۱۹۹۶ء میں ایک مضمون ”خدا کا الوداع کہنا“ شائع کیا جس میں اس نے مسیحی ایمان سے انحراف اور بالآخر میسیحیت کو رد کر دینے کے بارے میں بیان کیا ایک دفعہ نیشنل ایسوی ایشن آف اینجلیکلوز نے ان دوستوں کی فہرست بنائی جن کو خدا نے بہترین طور پر استعمال کیا انہوں نے چارلس کو مدعو کیا۔ چارلس نے ان وجوہات کی فہرست بنائی جن کے باعث اس نے مسیحی ایمان کو چھوڑ دیا اس نے لکھا کہ

ماہر علم تولید و تناصل کہتے ہیں کہ یہ بے یوقوفی ہے کہ دنیا میں گناہ ہر جرم غربت، دُکھ و مصائب اور تمام بدکاری کی وجہ تسمیہ ہے۔

ایک حقیقی اور ناگزیر حقیقت یہ ہے کہ زندگی کا انحصار موت پر ہے ہر گوشت خور مخلوق اپنی جیسی کمزور مخلوق کو ہلاک و ہڑپ کر جاتی ہے۔ اور اس حقیقت میں سرے سے دوسرا انتخاب نہیں۔

ٹمپلین کو بھی ڈارون کی طرح یہ سمجھنا مشکل لگا کہ وہ کیسے اس دنیا کو جو دُکھ و مصائب اور موت سے بھری پڑی ہے اپنے خدائی محبت اور قادرِ مطلق خدا پر ایمان کے ساتھ ہم آہنگ کرے

مزید اُس نے کہا کہ خدا کے اس شاندار تخلیقی شاہکار میں کیوں ایسی تخلیق کی ضرورت پڑی جو دانتوں سے ریڑھ کی ہڈی یا گوشت پوست کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے، اپنے بچوں سے دبوچ لے اور پھاڑ ڈالے، زہر جو مغلون کر ڈالے، جو خون چوس لے، کندلی جو گلا گھونٹ کر مار ڈالے اور بڑے جبڑے جو اپنے شکار کو زندہ یا مردہ سالم نگل جائے۔

--- ٹینی سن کی عبارت میں فطرت واضح طور پر ”خون سے للت پت لال منہ اور پنجے ہیں“، اور زندگی خون کا تہوار ہے۔

پس ٹمپلٹین اپنے بیان کو ختم کرتے ہوئے کہتا کہ، ”کیسے محبت بھرا اور قادرِ مطلق خدا ایسے خوف اور دہشتیں تخلیق کر سکتا ہے جن کے بارے میں ہم سوچ و بچار کرتے رہتے ہیں؟“

ٹمپلٹن ہی وہ واحد شخص نہیں جو اس طرح سے سوچتا ہے۔ بلکہ جب ہم کہتے ہیں کہ خدا کی محبت نے دنیا کو بنایا تو فتنہ پرور لوگ اکثر کچھ اس طرح سے جواب دیتے ہیں: مجھے تو محبت کا خدا کہیں نظر نہیں آتا ہے۔ میں تو صرف معصوم بچوں کو دکھ سہتے اور مرتے دیکھتا ہوں۔ بہتیرے لوگ دہشت گردی کے حملوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ ہر طرف بیماری ہے۔ یہ ایک خوفناک جہان ہے اور مجھے تو آپ کا محبت بھرا خدا کہیں نظر نہیں آتا۔ اگر آپ کا خدا موجود ہے تو وہ آدم خور کی مانند ہے۔“

کیا ایک مُلْحَد کا موقف حقیقت پر منی ہے؟

سوال کندہ سے یہ پوچھنا بڑا ہی مفید ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے سوال کی معقولیت کی وجہ

اپنے مسلم کی روشنی میں بیان کرے۔ دیکھتے ہیں کہ مُلحد شخص فوراً یہ کہتا ہے کہ باقبال کا خدا بادی کا خدا ہے۔ تو پھر اسے بدی اور اچھائی کا معیار بھی پیش کرنا ہے تاکہ اُسکے ذریعہ سے خدا کو پرکھا جائے۔ لیکن اگر ہم محض جوڑکی تجھٹ کی مانند ایک مُلحد کی طرح بڑھتے رہتے ہیں تو پھر کہاں سے صحیح اور غلط کا مطلوبہ معیار ڈھونڈ سکتے ہیں بالآخر اس طریقہ نظام کے تحت ہمارے صحیح اور غلط نظریاتِ محض ہمارے دماغ میں پیدا ہونے والے کیمیائی عمل کا محاصل ہے جو ہمارے آباؤ اجداد کی بھوٹنڈی چال کو ہوا دیتے ہیں

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے، کیا ہٹلر کے دماغ نے بالکل انہی کیمیائی قوانین کی پاسداری کی جن کی انسانی حقوق کی علمبردار مرٹریضہ کے دماغ نے؟ پس کن بنیادوں پر بعد میں لئے جانے والے اقدامات دوسروں سے ”نبتاً بہتر“ ہوتے ہیں؟ کیوں ۹/۱۱ کو دہشت گردی کے حملوں میں ہزاروں لوگوں کا کشت و خون ہوا کیا یا ایک مینڈک کے ہزاروں لکھیوں کو مارنے سے بھی زیادہ خوفناک نہ تھا؟

ایک مستحبی ایمان رکھتا ہے کہ اُسکے پاس حسن اخلاق کا ایک بہترین معیار موجود ہے کیونکہ اس کو شریعت دینے والے ہمارے خالق نے ترتیب دیا ہے۔ جب آپ ایسی سوچ رکھتے ہیں تو پھر خدا کے بارے مُلحد کے مخالف سوال و بیان کو آپ بے تو جہی / بے پرواہی کی نذر کر دیتے ہیں۔

خدا کے متعلق ایسے سوالات تاریخ کی ساق کے غلط مشاہدہ سے آتے ہیں۔

نظریہ ارتقاء یا کروڑوں سالوں کے عقیدہ کو اس امر کی ضرورت ہے کہ موت

تاریخ کا اس وقت سے حصہ بنی ہوئی ہے جس دن کرہ ارض پر زندگی کو پیدا کیا گیا تھا۔ اگر آپ یقین کرتے ہیں کہ تیل یا کوئلہ کی پر تیل جو اپنے اندر کروڑوں مردہ چیزوں کو سمونے ہوئے ہیں لاکھوں سالوں کی تاریخ کو پیش کرتی ہیں تو پھر یہ ریکارڈ بہت خوفناک ہے جو موت، بیماریوں اور دکھوں سے بھر پور ہے۔

ساگن کا یہ بیان کہ ”ارتقاء کے راز وقت اور موت میں“ ہماری دنیا میں موت کی تاریخ کے اہم نکات کو بڑے واضح انداز میں بیان کرتے ہیں اور اسے بڑی حد تک تسلیم کیا جاتا ہے۔

- ۱۔ اس کے مطابق موت، دکھ اور بیماری کی کہانی لاکھوں سالوں پر محیط ہے اور انسان کے ظہور میں آنے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔
- ۲۔ موت اور دکھ اور بیماری اس دنیا میں موجود ہے۔



۳۔ اور اسی طرح مستقبل میں بھی جاری و ساری ہے۔ موت اور دکھ تاریخ کا مستقل حصہ ہیں۔ زندگی کی تخلیق میں موت ہمارا ارتقائی رفیق ہے۔

اگر آپ تاریخ کے اس نظر یہ کو قبول کرتے ہیں تو پھر دکھ کے کیا معنی

ہیں

اگر کوئی شخص ان بے شمار سالوں کی موت کی تاریخ پر ایمان رکھتا ہے تو پھر صاف ظاہر ہے کہ ہماری دُنیا تو ہمیشہ ہی سے موت کا حصہ رہ چکی ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ ہمارے ذہن میں یہ سوال اٹھتا ہے اور پوچھا بھی جاسکتا ہے کہ پھر کب نسیبیاری اور ظلم و ستم کا کون سبب بنتا ہے اور زمین کے نیچے فصل ہمیں (جن سے تیل اور گیس نکلتا ہے) کن کے نمائندگی کرتے ہیں۔ مسیحی جو اس لاکھوں سالوں کی تاریخ پر ایمان رکھتے ہیں پھر ان کیلئے تو یہ سمجھیدہ مسئلہ ہے۔ بابل مقدس واشگاٹ انداز میں بیان کرتی ہے کہ خدا ہر چیز کا خالق ہے اور اُس نے آدم اور حوا کے گناہ میں گرنے سے پہلے ہر چیز کو جس کو اُس نے خلق کیا تھا کہا ، ”بہت اچھا ہے“ (پیدائش ۳۱:۱)



اس حالت کو درج ذیل طریقہ سے پیش کیا جا رہا ہے:

جیسے ہی مسیحی آدم کے گناہ سے پہلے موت، دُکھ اور بیماری کو مان لیں (اگروہ کروڑوں سالوں کی تعلیم پر یقین کریں) تو پھر خود بخود ہی اُنکے ذہنوں میں خوشخبری کے پیغام کے متعلق ایک سمجھیدہ سوال اُبھریگا۔ ہمیں اُن سے یہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اگر موت پہلے ہی موجود تھی تو پھر گناہ نے اس دنیا سے کیا کیا؟ مسیحی تعلیمات کے مطابق

موت گناہ کی سزا ہے (رومیوں ۲۳:۶) یہ حقیقت انجل کی بنیاد ہے



(اکر نتھیوں ۱۵، ۲۱:۲۲-۲۵، ۳۵)! مزید برآل اگر موت اور مصائب کے بغیر کوئی زمانہ تھا ہی نہیں تو پھر آنے والے جہان میں کیسے سب چیزیں اُسی حالت میں "بحال" ہو گئی جہاں نہ موت ہو گی نہ دکھ درد، نہ ہی آہ و نالہ؟ (مکافہ ۲۱:۳)۔ اگر آپ آدم سے پہلے موت کے وجود سے تاریخ کا مشاہدہ کر چکے تو خوشخبری کا سارا پیغام اپنی افادیت کھود دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو گا کہ خدا موت کا مذمودار ہے۔

بانسل مقدس تاریخ اور خدا کے متعلق اصل حقائق فراہم کرتی ہے
خدا کا شکر ہوجس نے ہمیں نظریہ ارتقاء الاکھوں سالوں کے نظریہ سے کہیں بڑھ کر مختلف اثبات مہیا کئے جو اسکے کلامِ الہی بانسل مقدس میں درج ہیں۔ یہ معتبر تاریخی دستاویز زندگی کے اصل معاملہ کیساتھ منطبق ہے اور کامل طور پر وضاحت کرتی ہے کہ کیوں خوفناک چیزیں وقوع میں آتی ہیں۔

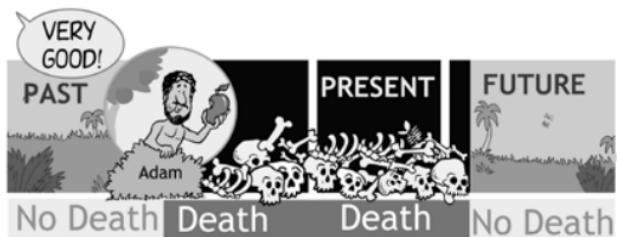
حقیقت میں موت کے متعلق کہنے کیلئے کلامِ خدا کے پاس بہت کچھ ہے۔

دلائل کے کیا معنی ہیں؟

کیسے ہم اس کراہتی ہوئی دنیا کے نقچ مجبت سے بھرے خدا کو پاسکتے ہیں؟ پیدائش کی کتاب میں آدم کے گرنے کے حوالوں سے ہم جان لیتے ہیں کہ ہم ایک نافرمان اور ملعون جہان پر نگاہ کر رہے ہیں۔

بابل کے تاریخی تناظر کے مطابق موت ایک حقیقی دشمن ہے نہ کہ ایک حلیف۔

اکرنتھیوں ۲۶:۱۵ میں پُوس رسول نے موت کو ”آخری دشمن“ بیان کیا ہے۔ موت خدا کی اُس حقیقی مخلوق کا حصہ نہ تھی جسے اُس نے کہا تھا ”بہت اچھا ہے۔“ پیدائش کی کتاب کے بے لاغ مطالعہ کی بنیاد پر تاریخ کو درج ذیل توضیح کے ذریعہ پیش کیا جاسکتا ہے:



موت اور دلکھ گناہ کی سزا ہیں۔ جب حضرت آدم نے خدا کے حکم کی نافرمانی کی تو اس کا مطلب تھا کہ وہ موثر طور پر کہہ رہا تھا کہ اُسکی خواہش ہے کہ خدا کے بغیر زندگی گذارے۔ وہ خدا سے جُد اہو کر اپنے لئے سچائی کا فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔

اب بابل مقدس ہمیں بتاتی ہے کہ آدم تمام بني نوع انسان کا باپ تھا اور ہم میں سے ہر ایک کی جو اسکی نسل سے ہیں نمائندگی کر رہا تھا۔ پُوس رو میوں ۱۹:۵-۱۲ میں فرماتا ہے کہ ہم آدم کی طرح ہونے سے ”آدم میں“ گناہ کرتے ہیں۔

”گناہ اور موت“ یہ فقرہ اصل تاریخ کو شمار میں لاتا ہے جیسے کہ یہ پیدائش کی کتاب میں قلمبند ہے۔ پہلے بیان کیا جا چکا کہ اصل میں خدا نے دنیا کو کامل تخلیق کیا خدا نے اسے ”بہت اچھا“ کہہ کر پکارا (پیدائش ۳۱:۱)۔ انسان اور جانور پودوں کو کھاتے تھے نہ کہ دوسرے جانوروں کو (پیدائش ۲۹:۲۹)۔ اس ”بہت اچھے“ جہان میں کوئی ابتری یا درد نہ تھا۔ مگر یہ گناہ سے پاک دنیا پہلے شخص آدم کی نافرمانی کے باعث بگوئی۔ اسکے گناہ کے باعث موت دنیا میں آموجود ہوئی۔ خدا کو گناہ کی عدالت موت سے کرنا پڑی جس کے بارے اُس نے آدم کو تنبیہ کی تھی (پیدائش ۲:۱۷؛ ۳:۱۹)۔



حالانکہ خدا خود اس جہان میں پہلی موت کا سبب بنا جب اُس نے آدم اور حوا کی برہنگی ڈھانپنے کیلئے ایک جانور کو ذبح کیا اور اُسکی کھال کی لنگیاں بنا کر انہیں پہنا کیں (پیدائش ۲۱:۳)۔ دنیا پر خدا کی عدالت کے نتیجے کے باعث خدا نے ہمیں اپنے بغیر زندگی کا مزہ چکھنے دیا۔ دنیا جو پستی کی طرف جا رہی ہے؛ ایک ایسی دنیا ہے جو موت اور دکھوں سے بھری ہے۔ جیسا کہ رومیوں ۸:۲۲ فرماتا ہے کہ، ”ساری مخلوقات مل کر اب تک کراہتی ہے اور در دزہ میں پڑی تڑپتی ہے“ کیونکہ خدا نے خود مخلوقات کو بطالت کے اختیار میں کر دیا تھا (آیت ۲۰)۔

اگر آپ تاریخ کے اس تصور کو قبول کرتے تو مصائب سے متعلق ایسے

دوسرے لفظوں میں ہم بالکل اُسی مسئلہ سے دوچار ہیں جو آدم کو درپیش تھا۔ جب آدم نے خدا کی نافرمانی کی تو آدم نے تمام بُنی نوع انسان کے نمائندہ ہونے کے باعث پُر زور انداز میں کہا کہ وہ خدا کے بغیر زندگی چاہتے تھے۔

خدا کو آدم کے گناہ کی عدالت موت سے کرنا پڑی۔ اُس نے آدم کو پہلے ہی متنع کر دیا تھا کہ اگر اُس نے گناہ کیا تو وہ ”یقیناً مر“ جائیگا۔ آدم کے گرنے کے بعد وہ اور اُس کی نسل حقیقتاً زندہ رہنے کے حق سے محروم ہو گئے تھے۔ خدا زندگی کا بانی ہے۔ موت جو ہے وہ زندگی بخشنے والے خدا کے بغیر زندگی کا اختیاب کرنے کی فطری سزا ہے۔ چونکہ خداوند پاک اور راستباذ اور عادل ہے اسلئے بھی نافرمانی کی سزا ہونی چاہیے تھی۔

بائل مقدس اس بات کو بھی روز روشن کی طرح عیاں کرتی ہے کہ موت نہ صرف آدم کے گناہ کی سزا ہے بلکہ ہمارے اپنے گناہوں کی بھی۔ اگر آپ بائل مقدس میں درج



دنیا کی تاریخ کو قبول کرتے ہیں تو پھر ہمارے اپنے گناہ اس جہان میں مصیبتوں اور موت کے ذمہ دار ہیں نہ کہ کسی اور شخص کے! دوسرے لفظوں میں یہ ہماری اپنی غلطی ہے کہ دنیا اس

راہ پر گامزن ہے۔ حقیقت میں کوئی بھی ”بینا نہیں“۔

خدا نے عارضی طور پر اپنی سنبھالنے والی قدرت کو دور کر دیا
بالکل اُسی وقت جب خدا نے گناہ کی عدالت موت سے کی، اُس نے اپنی قدرت
کا کچھ حصہ واپس لے لیا۔ رومیوں ۲۲:۸ ہمیں بتاتا ہے کہ ساری مخلوقات مل کر اب تک
کراہتی ہے اور درد زدہ میں پڑی تڑپتی ہے۔ گناہ کے باعث ہر ایک چیز پستی کی طرف جا
رہی ہے۔ یوں دکھائی دیتا ہے جیسے وہ جان بوجھ کرایے واقعات کو ہونے دیتا ہے تاکہ ہم
اُسکے بغیر زندگی کا مزہ چکھ سکیں اور جانیں کہ اُس کے بغیر زندگی کیسی ہے۔ دوسرا لفظوں
میں خدا نے ہمیں بالکل وہی عطا کیا جسکی ہم نے اُس سے درخواست کی یعنی خدا کے بغیر
زندگی (دیکھیں رومیوں ۱۸:۳۸۔ ۳۸:۱)۔ اگر خدا ہمیں دی ہوئی وہ ساری قوت واپس لے لیتا
جس سے ہم سنبھلے ہوئے ہی تو مخلوقات کا وجود ہی مست جاتا۔

کلسیوں ۱۷:۱۔ ۱۶:۱ سے ہم سمجھتے ہیں کہ سب چیزیں مخلوقات کے بانی خداوند
یسوع مسیح کی قدرت کے وسیلہ قائم رہتی ہیں۔ تا ہم ایک طرح سے وہ کامل طور پر سب
چیزوں کو نہیں سنبھال رہا ہے یوں دکھائی دیتا ہے جیسے وہ جان بوجھ کرایے واقعات کو ہونے
دیتا تاکہ ہم اُس کے بغیر زندگی کا مزہ چکھ سکیں اور جانیں کہ اُسکے بغیر زندگی کس طرح کی
ہے۔ دوسرا لفظوں میں خدا نے ہمیں بالکل وہی کچھ عطا کیا جس کی ہم نے اُس سے
درخواست کی یعنی خدا کے بغیر زندگی (دیکھیں رومیوں ۱۸:۳۲۔ ۳۲:۱۸)۔

جب خدا چیزوں کو ۱۰۰% انسنجمال تھا تو دنیا کس طرح کی تھی آئیں پرانے عہد
نامہ سے اس کی ایک جھلک دیکھتے ہیں۔

استشنا ۲۹: اور نجیاہ ۲۱: ۹ سے ہم دیکھتے ہیں کہ اسرائیلی ۳۰ برس تک بیابان میں پھرتے رہے اسکے باوجود بھی نہ اُنکی پوشاک پھٹی اور نہ اُنکی جوتی ٹوٹی جوانہوں نے نکلتے وقت پہن رکھی تھی۔ اُنکے پاؤں بھی نہیں سوچھے۔

ظاہر ہے کہ خدا نے مجرمانہ طور پر اُنکے جوتوں اور کپڑوں کو سنجالے رکھاتا کہ وہ باقی مخلوقات کی طرح بطلالت میں نہ پڑ جائیں۔ اور اُس نے اُنکے پاؤں کی حالت کو بھی سنجالے رکھا۔ ایک شخص اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہے کہ اگر خدا نے اسی طرح دنیا کی ہر ایک چیز کو سنجالا ہوتا تو دنیا کس طرح کی ہوتی۔

دانی ایل کی کتاب تیسرے باب میں ہمیں ایک اور اشارہ ملتا ہے جب سدرک، میسک اور عبد الجوہو آگ کی بھٹی میں ڈالا گیا وہ آگ میں چلتے پھرتے تھے اور جب وہ آگ کی بھٹی سے باہر نکلے تو اُنکے کپڑوں سے جلنے کی بوجھی نہ آتی تھی۔ خداوند یوسع مجح، کائنات کے خالق نے آگ کے پیچ میں اُنکے بدنوں اور کپڑوں کو حفاظ رکھا (آیت ۲۵) اور انہیں ضررنہ پہنچ سکا۔

یہ مثالیں اس بات کو سمجھنے میں ہماری تھوڑی مدد ضرور کرتی ہیں کہ اگر مخلوقات خدا کے حکم کی نافرمانی کر کے گناہ میں نہ گرتیں تو کوئی بگاڑ نہ آتا۔

موجودہ وار میں ہم ایسی کائنات میں رہ رہے ہیں جہاں چیزیں بگھڑتی ہیں۔ ہم اپنے ارد گرد موت، مصیبت اور جو بیماریاں دیکھتے ہیں وہ سب گناہ کے خلاف خدا کی عدالت کا نتیجہ ہیں اور خدا کے بغیر زندگی کا مزہ چکھنے کے سب اُسکی قوت کے کچھ حصہ کے جدا ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس طرح ”بائل مقدس کے عدوں“ کے وسیلہ گناہ کرنے سے ہم آدم میں اپنے گناہوں کی بڑی تصویر کو ایسے المناک و اقعات کے پیش منظر میں دیکھتے

ہیں جیسا کہ دہشت گردی کی کارروائیاں وغیرہ۔ بے شک یہ خاص بُرے اعمال افراد کے ذاتی گناہ کا نتیجہ بھی تھے۔ سونامی یا بھوچال کے ذریعہ آنے والی مصیبت کیلئے کسی بھی فرد کو مجرم نہیں ٹھہرایا جاسکتا مگر یہ گناہ کا نتیجہ ہی ہے۔

لاکھوں سالوں سے موت اور مصیبت کے اس نظریہ کے بر عکس باقبال مقدس کی تاریخی رائے مستقبل کیلئے حیران کن اشارے دیتی ہے۔ دنیا ایک دن پھر اپنی اُسی حالت میں بحال ہو جائیگی (اعمال ۲۱: ۳) جہاں ایک بار پھر نہ ابتری رہیگی اور نہ ہی موت۔ یعنیاہ ۶:۱۱-۹ کے مطابق بھیریا اور بردہ ساتھ رینگے اور چیتا بکری کے بچے کے ساتھ بیٹھے گا اور پچھڑا اور شیر پچھے اور پلاہو ایتمل جل کر رہیں گے اور نہایا بچہ اُنکی پیش روی کریگا اور ایک دوسرے کو ضرر نہ پہنچائے۔ مستقبل کی یہ حالت واضح طور پر اُس جنت کو منعکس کرتی ہے جو ایک بار کھو گئی تھی نہ کہ کسی ایسی اتصوراتی سرزی میں کا جس کا کبھی وجود ہی نہ تھا۔

اگر آدم کا گرننا فردگی کی عام وضاحت ہے تو پھر ”بے رحم آننوں“ کے خاص معاملات کا کیا مطلب ہے؟ باقبال مقدس تعلیم دیتی ہے کہ مصیبت گناہ کی شمولیت کی ایک بہت بڑی تصویر کا حصہ ہے لیکن دکھوں کا تعاقب ہمیشہ اپنے ذاتی گناہوں سے ہی نہیں ہوتا ہے۔

خدانے ایک راستہ از شخص پر مصیبت کو آنے دیا۔ ایوب نامی ایک شخص تھا وہ زمین پر سب سے کامل اور راستہ از تھا۔ اُس پر شدید مصیبت آپڑی اُس نے اپناسب کچھ، اپنے نوکروں، مال و اسباب اور اپنے تمام بچوں کو ایک ہی دن میں کھو دیا۔ اُسکے سارے فرزند ایک ہی دن میں مر گئے؛ پھر وہ خود بھی اذیت ناک ناسروں کی بیماری میں بنتا ہو گیا۔

ایوب کی کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کو خدا اس سارے ”منظرنامے“ کے پیچھے، آسمان پر ہونے والے غیر معمولی واقعات کی گواہی دیتا ہے ہے ایوب کبھی دیکھنے پایا تھا۔ خداوند نے

ایوب کو مصیبت میں چھوڑنے کے اسباب کا بیان ہم سے تو کیا گمراں نے ان خاص اسباب سے ایوب کو کبھی آگاہ نہ کیا تھا اور خدا چاہتا تھا کہ ایوب اپنے پیدا کرنے والے کے فیصلہ پر کوئی سوال نہ اٹھائے۔

یسوع سے پوچھا گیا کیوں یہ آدمی اندھا پیدا ہوا تھا۔ پھر اس نے جاتے وقت ایک شخص کو دیکھا جو جنم کا اندھا تھا۔ یسوع کے شاگردوں نے اس سے پوچھا اے ربی! کس نے گناہ کیا تھا جو یہ اندھا پیدا ہوا۔ اس شخص نے یا اس کے ماں باپ نے۔ یسوع نے وضاحت کی کہ ایسا ہر گز نہیں بلکہ اسلئے تا کہ خدا اپنی قدرت کو ظاہر کر سکے (تب یسوع نے اُسے شفادی، یو ہنا ۹:۱۷)۔

مزید برآں یسوع نے گفتگو کی کہ جب شیوخ کابر ج گرا تو کیوں انھارہ یہودی افسوسناک طریقے سے مر گئے۔ یسوع نے کچھ ایسا کہا جو سیدھا موجودہ دوڑ کے المناک حادثوں مثلاً ورلڈ ٹریڈسینٹر اور پینغا گون میں ہونے والے ۹/۱۱ کے دہشت گردی کے حملوں وغیرہ پر پورا اُترتا ہے۔

لوقا ۱۳:۳ میں اُسکا کلام فرماتا ہے کہ، ”کیا وہ گیارہ جن پر شیوخ کابر ج گرا اور دب کر مر گئے تمہاری دانست میں یہ وشلم کے اور سب رہنے والوں سے زیادہ قصور وار تھے؟“ میں تم سے کہتا ہوں کہ نہیں؟، ہماری زندگی میں آنے والی مصیبتوں کا تعلق ہمیشہ ہمارے شخصی گناہوں سے ہرگز نہیں ہوتا ہے۔

بلکہ یسوع کہنا جاری رکھتا ہے کہ، ”اگر تم تو بہ نہ کرو گے تو سب اسی طرح ہلاک ہو گے،“ اگرچہ یہ ستر سال بعد ہونے والی یہ وشلم کی تباہی کی طرف اشارہ تھا۔ قطعی بات یہ ہے کہ کوئی راستباز نہیں۔ ہم سب گنہگار ہیں اسلئے موت کے مستحق ہیں۔ ورلڈ ٹریڈسینٹر اور

پیناگون کے جملوں میں ہزاروں لوگ مارے گئے لیکن وہ کروڑوں لوگ جنہوں نے ان جملوں کو دیکھا اور سناؤہ بھی ایک روز مرجا کئیگے۔ بلکہ ان میں سے ہزاروں ہر روز مر رہے ہیں اور گناہ کے سب تمام بنی نوع انسان موت کی سزا کے حقدار ہیں۔ دُکھ در دُکھ سمجھنے کیلئے امیر آدمی اور لعزر کی مثال ایک اور کلید ہے۔ لوقا ۱۹:۳۱-۳۲ مسح کی تعلیمات میں سے ایک یادگارِ حوالہ ہے خدا کا بیٹا ہمیں اس جہان کی نا انصافی کو نمایاں طور پر سمجھنے کی کلید عطا کرتا ہے۔

ایک بدکار امیر آدمی اپنی شان و شوکت سے رہتا جبکہ لعذر نام ایک غریب ناسروں سے بھرا ہوا اُسکے دروازہ پر ڈالا گیا تھا۔ اُسے آرزو تھی کہ دولتمند کی میز سے گرے ہوئے تکروں سے اپنا پیٹ بھرے۔ مگر کہانی یہیں پر ختم نہیں ہوتی۔ مرنے پر لعزر کو ابراہام کی گود میں مبارک جگہ ملی جبکہ امیر آدمی کو مر نے پر عذاب میں ڈالا گیا۔ ایک ابدی دنیا قائم ہونے کو ہے جہاں خدا سب چیزوں کو بحال کر دیگا۔ پھر سے جی اُٹھنے کی امید کھوں اور مصیبتوں کو سمجھنے کی کلید ہے۔

میسویں صدی کے ایک ملحد فلاسفہ برٹنیڈ رسن نے ایک مرتبہ دعویٰ کیا کہ کوئی ایسا شخص نہیں جو اپنے بیمار بچے کو مہلک بیماری سے مرتاد کیجئے اور محبت بھرے خدا پر ایمان رکھ سکے۔ ایک خادم جو اصل میں اپنے بچے کی موت کا ایسا ہی تجربہ پاچ کا تھا اُس نے رسول کو چیلنج کیا کہ وہ اس دعویٰ کی وضاحت کرے۔ ایک ملحد صرف یہ کہہ سکا کہ معدرت مگر ایسا ہی ہوتا ہے۔ خادم نے اُس سے کہا تم ایسا اسلئے کہتے ہو کیونکہ تمہارے نزدیک یہی خاتمه ہے۔“ مگر مسیحیوں کے پاس امید ہے کہ یہ زندگی ہرگز خاتمه نہیں ہے بلکہ یہ قوابتداء ہے۔ پولوس رسول نے ”اپنی کمزوریوں میں جلال“ کے اسباب کو پالیا۔ پولوس کی مصیبتوں میں،

ہو سکتا ہے کہ ہم شاہد اس زندگی میں ان مصیبتوں کے اسباب کو دیکھنے پا میں اسی
واسطے پلوس کے خط میں خدا کے فرزندوں کے دکھ اٹھانے کے متعلق عملی اسباب جامعیت
سے موجود ہیں یہاں تک کہ ان کو اس وقت بھی دکھ برداشت کرنا پڑ سکتا ہے جب ان کی
کوئی غلطی بھی نہ ہو۔ مثال کے طور پر:

۱۔ اے۔ دو کھدرہ، ہمیں ”کامل“ کر سکتے پا، ہم میں مسح کی شبیہ کو پختہ کرتے ہیں

(ایوب ۲۳:۱۰؛ عبرانیوں ۵:۸-۹)۔

۲۔ مصیبت کسی کو مسیح کے حانے میں مدد کر سکتی ہے۔

۳۔ مصیبت ہمیں اور لائق کرتی ہے کہ ہم دوسرے دکھاٹھانے والوں کی

تسلی و شفی کا کام کر سکیں۔)

کیا خدا موت اور دُکھ کیلئے کچھ کر رہا ہے؟

وہ لوگ جو خدا پر الرا م لگاتے ہیں کہ وہ ہماری طرف پُشت کر کے بیٹھا اور کچھ نہیں کر رہا ایک انتہائی اہم سچائی سے غافل بن رہے ہیں۔ درحقیقت خدا نے تو ہر وہ کام پہلے ہی کر دیا ہے جس کا تقاضا آج ہم محبت بھرے خدا سے کر رہے ہیں۔

خدا کے بیٹے نے آدم کی صورت اختیار کی اور بنی نوع انسان کی خاطر اذیت ناک موت کو برداشت کیا۔ آپ دیکھ چکے ہیں کہ آدم نے بنی نوع انسان کو ایک خطرناک صورت حال سے دوچار کر کے رکھ دیا۔ اگرچہ ہمارا بدن تو مر جاتا مگر خدا کی صورت پر ہونے کے باعث ہم کو لا فانی روح بھی بخشی گئی ہے اور ہماری روح ہمیشہ زندہ رہنے والی ہے۔ آدم کے گناہ کا مطلب تھا کہ ہم اپنی ابدیت اُس وقت تک دکھوں میں اور خدا سے جدا ہو کر گزاریں گے جب تک خدا خود اس جدائی کو ختم کرنے کا انتظام نہ کر دے۔

اگر ہم خدا کے ساتھ اپنی زندگی کو بحال کرنا چاہتے تو ہمیں اپنے گناہ کی قیمت ادا کرنا پڑے گی اور یہی وہ واحد راہ باقی تھی جس سے ہم دوبارہ اُس کے ساتھ اپناملاپ کر سکتے تھے۔ احbar ۱۱:۱، اس قیمت کو جاننے میں ہماری مدد کرتا ہے کہ اسے کیسے ادا کیا جاسکتا ہے۔ یہ حوالہ فرماتا ہے کہ، ”جسم کی جان خون میں ہے۔“ خون زندگی کی علامت ہے۔ نیا عہد نامہ وضاحت کرتا ہے کہ، ”بغیر خون بہائے معاف نہیں ہوتی [گناہوں کی]“ (عبرانیوں ۶:۲۲)۔

خدا اس بات کو واضح کرتا ہے کہ چونکہ ہم گوشت اور خون کی مخلوق ہیں اس واسطے خون بہانا ہی گناہ کی مزدوری ادا کرنے کا واحد راستہ ہے۔ اسلئے ضروری تھا کہ ہمارے گناہ کو دور کرنے کیلئے خون بہایا جائے۔ باغ عدن میں خدا نے ایک جانور کو مارا اور آدم اور حوا کو اسکی کھال کی لنگیاں بنا کر پہنا کیں یہ ہمارے گناہوں کو ڈھانپنے کی تصویر کا ایک عکس تھا۔ گناہ کے سبب خون کی قربانی کی ضرورت پڑی۔ چونکہ جانوروں کے اندر آدم کا خون نہ تھا اسی واسطے اسرائیلوں کو بار بار جانوروں کی قربانیاں گزرا نی پڑتی تھیں۔ کیونکہ جانور کا خون ہرگز اس لائق نہ تھا کہ اسے ہمیشہ کیلئے دور کر سکے (اگرچہ یہ ہمارے گناہوں کو عارضی

طور پر ڈھانپ ضرور سکتا تھا)۔ کفارہ عبرانی کے لفظ کافار سے ترجمہ کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے ”ڈھانپنا“۔

خدا کے نزدیک اسکا واحد ابدی حل اپنے بیٹھے یسوع مسح کو جو کہ تثیث کا دوسرا انتوم ہے کو آدم کی صورت ۔۔۔ ایک کامل انسان کی صورت پر گناہوں کی کامل قربانی ہونے کے واسطے بھیجناتھا۔ یسوع مسح مخفی العالمین انسان کی صورت میں دنیا میں آگیا (یوحنہ ۱:۱۲) تاکہ جسمانی طور پر آدم کی نسل کھلائے چھے ”پچھلا آدم“ کہا گیا (اکرنتھیوں ۱:۱۵) اور وہ ایک کنواری سے پیدا ہوا۔ جسمانی صورت اختیار کر کے دنیا میں آیا (یوحنہ ۱:۱۲)۔ چونکہ روح القدس کی قدرت نے اُسکی ماں پر اپنا سایہ ڈالا (لوقا ۳:۳۵)، پس وہ ایک کامل انسان، گناہ سے مبرأ تھا۔ وہ سب باتوں میں ہماری طرح آزمایا گیا تو بھی بیگناہ رہا (عبرانیوں ۱۵:۳)۔ پس وہی اکیلا ہمارے گناہوں کی خاطر صلیب پر خون بھا سکتا تھا۔

کیونکہ پہلا آدم اس دنیا میں گناہ اور موت کو لانے کا سبب بنا اسلئے بشر انسانی کو گناہ کی قیمت ادا کرنے کیلئے ایک نئے نما سندھ ہے ”پچھلا آدم“، پکارا گیا کی ضرورت تھی۔ کوئی گنہگار دوسرا گنہگاروں کی قیمت ادا نہ کر سکا مگر یہ پچھلا آدم یسوع مسح کامل انسان تھا۔ خدا ہی انسانی جسم لے کر اس لائق تھا کہ دنیا کے گناہوں اور غمتوں کو کلوری کی صلیب پر برداشت کر سکے۔

خدا کا بیٹا قبر پر فتح پا کر مردوں میں سے جی اٹھا تاکہ وہ



سب ایمان لانے والوں کو ابدی زندگی مہیا کر سکے (یوحنا ۱۶:۳)۔ مسیح موت اور دُکھ سب سے
کے بعد اپنی قدرت کو ظاہر کرنے اور موت پر اپنی قطعی فتح کا اعلان کرتے ہوئے مُردوں
میں سے بھی اٹھا۔ اب وہ ہر ایک ایمان لانے والے کو ابدی زندگی مہیا کر سکتا ہے (یوحنا
۱۲:۱؛ افسیوں ۹:۸-۲)۔ باابل مقدس ہمیں تعلیم دیتی ہے کہ جو خداوند یسوع مسیح پر ایمان
لاتے اور یہ یقین کرتے کہ وہ مُردوں میں سے بھی اٹھا اور اُس منجی اعلامیں کو اپنے خداوند
اور نجات دہنہ کے طور پر قبول کرتے وہ اپنی ابدیت خدا کے ساتھ گزاریں گے (اکر نتھیوں
۲:۱۵)۔

خدا کا بیٹا ہمارے دکھوں میں شریک ہوا۔ مسیح کے دکھوں اور موت کا مطلب ہے کہ خدا خود
ہمارے دکھوں کا شخصی طور پر احساس کر سکتا ہے کیونکہ اُس نے خود جسم لیکر ہمارے دکھوں کا



تجربہ پایا ہے۔ اب اُسکے مانے والوں کے پاس آسمان پر ایک ابدی سردار کا ہن۔۔۔
یسوع۔۔۔ ابدیت موجود ہے

”کیونکہ ہمارا ایسا سردار کا ہن نہیں جو ہماری کمزوریوں میں ہمارا ہمدردنہ ہو سکے۔۔۔ پس
آؤ ہم فضل کے تخت کے پاس دلیری سے چلیں تاکہ ہم پر حرم ہوا وہ فضل حاصل کریں

جو ضرورت کے وقت ہماری مدد کرے (عبرانیوں ۱۵:۳)۔

موت اور دکھ کب تک جاری رہیں گے؟

وہ لوگ جو اس روئے زمین پر مصیبتوں اور دکھوں کے متعلق شکایت کرتے انہیں خدا کے زمانہ کو پیش نظر کھتے ہوئے اسے سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ خدا ابдیت میں رہتا ہے اور وہ اشتیاق سے اپنے لوگوں کو اپنی ابدیت میں شامل ہونے کے واسطے تیار کر رہا ہے تاکہ اُسکے لوگ اُسکے ساتھ اُسکی ابدیت میں شریک ہوں۔ جیسا کہ پُلس رسول نے فرمایا، ”کیونکہ میری دانست میں اس زمانہ کے دکھ درد اس لاکن نہیں کہ اُس جلال کے مقابل ہو سکیں جو ہم پر ظاہر ہونے والا ہے“ (رومیوں ۸:۱۸)۔ عبرانیوں کی کتاب فرماتی ہے کہ خود یسوع، ”جس نے اُس خوشی کیلئے جو اُسکی نظروں کے سامنے تھی شرمندگی کی پرواہ نہ کر کے صلیب کا دکھ سہا اور خدا کے تخت کی وہی طرف جا بیٹھا“ (عبرانیوں ۱۲:۲)۔

موجو دہ دور کے دکھ درد خواہ کتنے ہی کیوں نہ بڑھ جائیں ان کا مقابلہ ابدیت کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا ہی اسکا موازنہ آنے والے جلال کیسا تھا ہو سکتا ہے۔

خدا نے ایک ابدی گھر مہیا کر دیا ہے جہاں نہ موت ہوگی اور نہ دکھ۔ جو سچ پر اپنے نجات دہندہ کے طور پر ایمان رکھتے ان کے پاس ایک شاندار امید ہے۔ وہ خداوند یسوع کے ساتھ اپنی ابدیت ایک ایسی جگہ بس رکینگے جہاں کبھی موت نہ ہوگی۔ ”اور وہ اُنکی آنکھوں کے سب آنسو پوچھ دیگا۔ اسکے بعد نہ موت رہیگی اور نہ ماتم رہیگا۔ نہ آہ و نال نہ درد۔ پہلی چیزیں جاتی رہیں“ (مکافہ ۲۱:۳)۔

حالانکہ موت تو حقیقت میں وہ کلید ہے جو اُس حیران کن مقام پر ہے جنت یا آسمان کہتے ہیں کی طرف جانے کی راہ کھولتی ہے۔ اگر ہم ہمیشہ زندہ رہتے تو ہمیں اس گناہ آلودہ مقام کو چھوڑنے کا کبھی موقع نہ ملتا۔ مگر خدا چاہتا ہے کہ ہم ایک نیا جلالی بدن پائیں (اکرنھیوں ۳۵:۱۵) اور اُسکی خواہش ہے کہ ہم ہمیشہ اُسکے ساتھ رہیں۔ درحقیقت باہل مقدس بیان کرتی ہے کہ، ”خداوند کی نگاہ میں اُسکے مقدسوں کی موت گریاں قدر ہے“ (زبور ۱۵:۱۱)۔ اُنکی موت اسلئے گریاں قدر ہے کیونکہ ایسے گنہگار جوانا تو کل مسح پر رکھتے ہیں وہ اپنے خالق حقیقی کی حضوری یعنی ایک ایسی جگہ رینگے جہاں راستبازی کا بیسرا ہوگا۔ خدا سے ابدی جدائی کی ایک جگہ بھی ہے۔ باہل مقدس منبع کرتی ہے کہ جو مسح کو زد کرتے وہ ”دوسری موت“ یعنی خدا سے ہمیشہ کی جدائی کا مزہ چھیسیں گے (مکافہ ۸:۲۱)۔

ہم میں سے اکثر لوگ جہنم، آگ اور گندھک کی جھیل کے متعلق سن چکے ہیں۔ یسوع مسیح نے آسمان کے متعلق بیان کرتے ہوئے ایسوں کو ہی تنبیہ کی۔ اُس نے یہ واضح کرو دیا کہ بدکاروں کی سزا بھی ویسے ہی ازالی ہے جیسے مبارک ٹھہر نے والوں کیلئے ابدی زندگی (متی ۲۶:۲۵)۔ خدا بدکاروں کی موت سے خوش نہیں ہوتا اسلئے اُس نے اپنے کلام مقدس میں لکھا کہ، ”تو ان سے کہہ خداوند خدا فرماتا ہے مجھے اپنی حیات کی قسم شریر کے مرنے میں مجھے کچھ خوشی نہیں بلکہ اس میں ہے کہ شریر اپنی راہ سے باز آئے اور زندہ رہے۔ اے بنی اسرائیل باز آؤ۔ تم اپنی بُری روشن سے باز آؤ۔ تم کیوں مرو گے“ (حزقی ایل ۱۱:۳۳)۔

خدا لوگوں کی اذیتوں اور ان پر آنے والی آفتوں سے ہرگز خوش نہیں ہوتا۔ وہ پیار کرنے والا، رجیم خدا ہے انسان کے دُکھ اور موت کی موجودہ صورت حال کے ذمہ دار ہم خود

ہیں۔

جب ہم خوفناک مصیبتوں جیسا کہ ۹/۱۱ کے افسوسناک حادثے، کثریا میں آنے والے طوفان اور ایشیائی سونامی کا سامنا کرتے ہیں تو اس سے ہمیں یاد آتا ہے کہ ایسی



آفتیں ہمارے ہی گناہوں یعنی خدا کی نافرمانی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ہمارا محبت بھرا خدا ہمارے گناہوں کے باوجود چاہتا ہے کہ ہم اپنی ابدیت اُسکے ساتھ گزاریں۔ مسیحیوں کو محبت کی ساتھ اپنے بازوؤں کو ان کی طرف بڑھانا چاہیے جنہیں مصیبتوں کے دوران اطمینان اور قوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ محبت بھرے زور آور خدا جسے موت یعنی اُس دشمن سے نفرت ہے چسے ایک دن آگ کی جھیل میں پھینکا جانے کو ہے اُسی خدا میں وہ اطمینان اور قدرت کو پاسکتے ہیں۔ (مکاشفہ ۲۰: ۱۲)۔ ان بیانات پر یہاں کوئی ابہام نہیں ہونا چاہیے کہ ”خدا ساری قدرت کا سرچشمہ اور محبت سے بھرا ہے“ اور ”دنیا دکھ اور بدی سے لبریز ہے۔“ اسی واسطے خدا چاہتا ہے کہ ہم اُسکے آنے والے غصب سے بچ

ہمارے پاس دراستے ہیں: مسیح پر تو کل کر کے گناہوں سے کنارہ کریں اور ہمیشہ خدا کیسا تھا اُسکی حضوری میں رہنے کا فضل حاصل کریں؛ یا پھر اپنے گناہوں سے لپٹ رہیں، لیکن جان لیں کہ اس طرح خدا ہماری خواہش کے موافق اپنے آپ کو ہمیشہ کیلئے ہم سے جدا کر لیگا۔ اور اسی واسطے روزِ قیامت یسوع بدکاروں سے کہے گا، ”میرے پاس چلے جاؤ۔۔۔“ (متی ۷: ۲۳؛ یوہ ۱۳: ۲۷)۔

جب ہم موت کی اصل اور بابل مقدس میں بیان کردہ یسوع مسیح کی خوشخبری دونوں کو ڈر کر لیتے ہیں پھر ہم یہ بھی جان لیتے ہیں کہ یہ دنیا اس راہ پر کیوں گامزن ہے اور کیسے ایک پیار سے بھرا خدا، المنک واقعات، تشدد، مصیبۃ اور موت کے نیچے موجود ہو سکتا ہے۔

موت اور مصیبۃ موجودہ ادوار میں

AIG مفسر ڈان لیتھا آنے والے زمانہ کیلئے ایسی اہم دھاریاں ڈالنے کیلئے مشہور ہے جس سے پیچیدہ مسائل پر سرسری نگاہ ڈال کر پیش بینی کی جاسکتی ہے۔ نیچے دی گئی تصویر میں ڈان کی کھنچی ہوئی دھاریاں ہیں جنہیں ۲۰۰۸ء میں آنے والے ایشیائی سونامی سے کچھ عرصہ پیشتر ہی کھینچا گیا تھا۔ وہ اسے ”گناہ آمی“ کا لقب دے چکا تھا یہ لوگوں کو ایک اہم طریقہ سے سونامی کا قطعی سبب یاد دلاتا ہے۔ یہ اس معاملہ میں حقیقتاً ایک ایسی تصویر ہے جو ہزاروں الفاظ کے لائق ہے۔ یہ

وضاحت پیدائش کی کتاب سے گناہ کی اصل اور موت کے سبب کے متعلق لوگوں کو بتاتی ہے۔

جیسے ہی ہم مزید ”زندہ رہنے کے حق، مرنے کے حق“ کی پیش بینی کرتے تو ۲۰۰۵



میں ٹیری شیاود کی ہونے والی مشہور موت کے مقدمہ کے متعلق بہت سے تنازعات اٹھ کر ہوتے ہیں۔

شیاود کے مقدمہ میں عدالت نے شیاود کو کھانا دینے والی ٹیوب کو الگ کرنے کا حکم دے دیا تھا جو ۱۹۹۰ء کے بعد اعلان کے بعد ہونے کے سبب وہ دماغ کے شدید عارضے میں بنتا تھا؛ وہ ڈاکٹر حضرات جنہیں عدالت نے اُسکے علاج کیلئے مقرر کیا تھا انہوں نے طے کیا کہ وہ ابھی تک ”بے کار زندگی“ کی حالت میں تھی جس کے سنبھلنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ صدر جارج ڈبلیو بُش نے اعلان کیا کہ: ایسے معاملات جہاں زندگی کے متعلق اس طرح کے سنجیدہ شکوک و شبہات اور سوالات ہوں وہاں قوی امکان زندگی کی طرفداری کی

جانب میزول ہونا چاہئے۔“

بانبل مقدس ہمیں مشکل چناؤ، دکھ اور مصائب کے متعلق بھی جتنی قطعی ہدایات و رہنمائی بخشتی ہے۔ مثال کے طور پر بانبل مقدس کے بالکل شروع میں ہم دیکھتے ہیں کہ خدا نے انسان کو اپنی شبیہ پر پیدا کیا (پیدائش ۲۷:۱) اور یہ کہ خدا نے بیہودگی کی جانب زندگی کو لیجانے کی شدید مخالفت کی۔

موت اور مصیبت کے موضوعات اس طرح کی ”شقافتی جنگلوں“ کے دوران امریکہ میں سب سے زیادہ سرگرم موضوع بن چائیں گے۔ موجودہ دور سے متعلقہ ان معاشرتی مسائل کے متعلق اس بڑھتی ہوئی تکرار اور اوابچے ہتھکنڈوں سے نہیں کیلئے ایمانداروں کو بانبل مقدس میں دیئے گئے ان جوابات سے اپنے آپ کو ملیمس کرنا پڑیگا۔

جتنی خیالات:

موت کے کس نظریہ کو آپ قبول کرتے ہیں؟ کیا اُسے جو لاکھوں سالوں سے خدا کو موت، بیماری اور مصیبتوں کا ذمہ دار سمجھتا ہے؟ یا اُسے جو اس سب کیلئے ہمارے گناہ کو مجرم ٹھہراتا اور ہمارے خالق، محبت سے بھرے، رحیم، نجات دہنده خدا کی اُس تصویر کو پیش کرتا جس نے یروشلم شہر پر آنسو بہائے، جس نے اپنے دوست لعزز کی قبر پر آنسو بہائے اور جو ہم سب کیلئے روتا ہے؟

سونامی، سکولوں میں پُر تشدد و افاقت اور ہشت گردوں کے حملوں کے افسوسناک واقعات وغیرہ ہم میں سے ہر ایک کو یاد دلاتے ہیں کہ ہم خود ہی ایسے حادثات کا سبب بنتے

ہیں۔۔۔ کیونکہ ہم گنہگار ہیں۔ ہمیں ہر وقت یاد رکھنا چاہئے کہ خدا جنت کا خدا ہے اسلئے اُس نے نجات کی نعمت مہیا کی کیونکہ، ”وَهُوَ الَّذِي كَانَ لَكُمْ مُّغْنِيًّا وَلَا يَعْلَمُونَ“ (پطرس ۳:۹)۔

چونکہ محبت کا ایک خدا موجود ہے جسے ہم جواب دہیں اسلئے ضرور ہے کہ ہم اُسکے کلام کی فرمانبرداری کریں۔ اور اُس کا کلام واضح طور پر ہمیں ہدایت دیتا ہے کہ لوگوں پر ترس کھائیں اور جس طور کہ ہم لائق ہیں اُن کے بوجھ کو بانت کر ان کی مدد کریں (زبور ۲:۱۳؛ امثال ۱۳:۲۱ اور ۲۸:۲۷ وغیرہ)۔ چونکہ سب انسان (آدم میں اپنے گناہ کے سبب) قطعی طور پر ایسے المناک حادثوں کے ذمہ دار ہیں اسلئے ہمیں ان میں شامل ہو کر اسکے نتائج سے نمٹنے کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔

تاہم سب سے مشکل پہلو ہے سمجھنا آسان نہیں بظاہر ”راست بچوں کی موت سے تعلق رکھتا ہے اور وہ آزاد کہ بھی ہے جس میں وہ شخص مبتلا ہوتا ہے جو اپنے فرزند (یا بیوی، خاندان کے کسی دوسرے فرد یا قریبی دوست) کو کھو دیتا ہے۔ لیکن یہاں کچھ ایسے مشاہدات ہیں جو اس بات پر روشنی ڈالتے ہیں۔

۱۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے کہ کوئی راست باز نہیں۔ ”سب نے گناہ کیا اور خدا کے جلال سے محروم ہیں“ (رومیوں ۳:۲۳) اس نقطہ مفہوم کے تحت سب موت کے حقدار ہیں۔

۲۔ اگرچہ کسی شخص کی بھی موت بڑی افسوسناک ہوتی ہے اور بے شک ہم رنجیدہ اور دکھی ہوتے ہیں، تاہم ہمارے غصہ کامیلان اُس خالق عظیم خدا کی جانب نہیں ہونا چاہیے جس نے ابتداء میں موت کے بغیر کامل

جہان کو خلق کیا تھا۔ (اس نے ہر ایک چیز کو ”بہت اچھا“، پیدا کیا
پیدائش ۳۱:۱)۔

۳۔ اگرچہ بعض لوگ کہتے ہیں یہ ”درست“ نہیں یا یہ ”ناحق“ ہے کہ ایسے
افسوسناک حادثہ میں جوان بچے مر جائیں لیکن مسیحی جو لامحدود قادر
مطلق خدا پر ایمان رکھتے (اور خدا کو قطعی اختیار کا منع قبول کرتے ہیں)
صرف وہی ”درست“ اور ”غلط“ یا نیک اور بد۔ یا کیا ”مناسب“ ہے
اور کیا ”نامناسب“ کی شرائط میں فرق کر سکتے ہیں۔ جو اس حقیقی قطعی
اختیار کو قبول نہیں کرتے اُنکے پاس درست، مناسب، نامناسب یا
اچھائی، برائی کے متعلق فیصلہ دینے کی کوئی اخلاقی بنیاد نہیں ہے۔
یسوع نے نیکی کی تلاش کرنے والے کو جواب دیا، ”تو مجھ سے نیکی کی
بابت کیوں پوچھتا ہے؟ نیک تو ایک ہی ہے“ [جنکا نام خدا ہے]
(متی ۱۷:۱۹)۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر خدا ساری قدرت کا منع ہے تو پھر اسے
سونا می کی طرح کی آفتوں کو روکنا چاہیے۔ اگرچہ خدا ایسا کر سکتا (اور
اس میں کوئی شک نہیں کہ جب ہمیں معلوم بھی نہیں ہوتا تو وہ ہمیں اپنی
حافظت و پناہ میں رکھتا ہے) تو بھی ہمیں ایک بات ضرور یاد رکھنی
چاہیے کہ اب ہم ایک کامل جہان میں نہیں بنتے ہیں۔ جب تک روز
قیامت نہ آ جائے لوگوں کا منایوں ہی جاری رہیگا۔ آفت زدہ
واقعات ہوتے ہی رہیں گے۔ اور اگر اس دنیا نے اپنی روشنوں کو نہ

بدلا اور اس طرح پستی کی طرف جھکتے رہے تو شاند آنے والے وقت
میں یہ آفتیں اور بھی زیادہ شدید ہو جائیں۔

ضرور ہے کہ قادرِ مطلق، خالق خدا کے پاس ایسے واقعات کو ہونے کی اجازت
دینے کے کافی مضبوط اسباب یا دلائل موجود ہوں۔ ہم ہمیشہ ان اسباب سے واقفیت
حاصل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس نے فرمایا ہے کہ، ”جس قدر آسمان زمین سے بلند ہے اُسی
قدر میری را ہیں تمہاری راہوں سے اور میرے خیال تمہارے خیالوں سے بلند ہیں“
(یسوع ۹:۵۵)

پس جو سمجھی ہے ہی نہیں موت اُنکے لئے کسی طور بھی ایسا مسئلہ کیوں ہے؟ حالانکہ
ایک مُلکہ کے نقطہ نظر کے مطابق جب ایک شخص مر جاتا ہے تو اُنکے لئے تو اُنکے وجود کا قطعی
خاتمه ہو جاتا ہے۔ اُنکے مطابق تو انہیں یاد بھی نہ ہو گا کہ کبھی اُنکا وجود تھا۔ وہ زندگی اور
خوشی یا اس دنیا کی مصیبتوں کو بھی جان ہی نہ پا سکیں گے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اگر کائنات
کیسا تھا کوئی ایسا حادثہ ہوا اور ہر ایک زندہ رہنے والا مر جائے (جیسا کہ بہت سے ارتقاء کو
مانے والے ضرر کرتے ہیں) تو کوئی بھی جان نہیں پا سکتا کہ کسی کا بھی وجود کبھی تھا۔۔۔
خواہ انہوں نے انسانیت کی بھلائی میں کتنا ہی بڑا کردار ادا کیوں نہ کیا ہو۔ پھر اُنکے لئے
موت ایسا بڑا مسئلہ کیوں ہے؟ حالانکہ ایسے لوگ عام طور پر صرف امریکہ میں ہی روزانہ
تقریباً ۱۳۵،۰۰۰ انسانوں کی اسقاط حمل سے ہونے والی موت کی حمایت یا اسے نظر انداز
کرتے ہیں۔ جب اُنکے لئے انسان کی ایسی موت کا کچھ مطلب نہیں تو کیونکروہ سونامی
سے متعلق لوگوں کی موت پر شکایت کر سکتے ہیں؟ یا ایک نامناسب اور ناممیدی کی حالت
ہے۔

بانبل مقدس میں پیدائش کی کتاب، موت اور دُکھ کے ساتھ نہیں کی ابتداء کرنے کیلئے لازم ہے کیونکہ خود موت کی اصل کے متعلق اہم نکات اس کتاب کے پہلے باب میں بیان کئے گئے ہیں۔ ایک شخص اگر پیدائش کی کتاب کے بغیر اسے بیان کرتا ہے تو یقیناً وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ صرف میسیحیت ہی ہمارے خالقِ حقیقی کے ساتھ ابدی زندگی کی قطعی امید فراہم کرتی ہے۔ بانبل مقدس ہی تاریخ کی واحد حقیقی و پچی کتاب ہے جو ہمیں حقیقت کے تمام پہلوؤں کے صحیح معنی عطا کرتی ہے۔ صرف بانبل مقدس ہی ہمیں ایک ” واضح تصویر“ دیتی ہے جس سے ہم زندگی اور موت کے متعلق بظاہر متضاد جہان کو سمجھنے کے قابل ہو جاتے اور اس دلکھی اور غزدہ موجودہ جہان کے درمیان محبت سے بھرے خدا پر توکل کرتے ہیں۔ ہاں دو رہ حاضرہ میں بڑے خوفناک حادثے ہو رہے ہیں۔ لیکن کائنات کی تاریخ میں بدترین دن ۶۰۰۰ سال پہلے باغِ عدن میں وقوع ہوا اور اس نے ساری روی زمین پر ایک ایسا ہنگامہ بھر پا کر دیا جو اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ خدا کی تعریف ہو وہ ایک دن ”موت کی لہر“ کا خاتمه کر دیگا اُس وقت وہ اس موت کو آگ کی جھیل میں ڈال دیگا۔

خوشی کی بشارت

پیدائش کی کتاب سے جوابات کا مقصد خدای قادر کو خالق کے طور پر عزت و جلال دینا ہے اور اس جہان اور بنی نوع انسان کی اصل تاریخ پر بانبل مقدس کی پچی گواہی کے موافق مہر کرنا ہے۔

اس حقیقی تاریخ کا ایک حصہ یہ ہے کہ پہلے انسان حضرت آدم کی خدا کے حکم کی نافرمانی سے موت، مصیبت اور خدا سے جداگانی اس جہان میں آموجود ہوئے۔ ہم

اسکے متوج کو اپنے ارگردد بیکھتے ہیں۔ آدم کی نسل سے پیدا ہونے والے بدی کی حالت میں صورت پکڑتے (زبور ۵:۵) اور اپنے آپ کو اس نافرمانی (گناہ) میں شامل کر لیتے ہیں۔ اسلئے وہ پاک خدا کے ساتھ نہیں رہ سکتے بلکہ ملعون ٹھہر کر خدا سے جدا ہو جاتے ہیں۔ باہم مقدس فرماتی ہے کہ، ”سب نے گناہ کیا اور خدا کے جلال سے محروم ہیں“، (رومیوں ۳:۲۳) اور یہ کہ سب کے سب، ”خداوند کے چہرہ اور اُسکی قدرت کے جلال سے دور ہو کر ابدی ہلاکت کی سزا پا سکیں گے (تحصلہ تیکیوں ۱:۹)۔

مگر خوشی کی بشارت یہ ہے کہ خدا نے خود انسان سے دوبارہ ملأپ کرنے کیلئے گناہ کا فدیہ ادا کر دیا ہے۔ ”کیونکہ خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اُس نے اپنا اکلوتائیا بخش دیتا کہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے“، (یوحنا ۳:۱۶)۔ یسوع مسح خالق عظیم اگرچہ مکمل طور پر بے گناہ تھا تو بھی تین نوع انسان کی خاطر دُکھ اٹھایا اور بنی نوع انسان کی سزا جو کہ موت اور خدا سے جدا ہی تھی کی قیمت کو اپنے پاک خون سے ادا کیا۔ اُس نے یہ سب خدا کی پاکیزگی اور اپنے باپ کے عدل کے تقاضا کو پورا کرنے کے واسطے کیا۔ یسوع کامل قربانی تھا؛ وہ صلیب پر مرا لیکن تیرے دین موت پر فتح پاتے ہوئے وہ پھر زندہ ہو گیا تاکہ وہ سب جو اُس پر حقیقی ایمان لائیں، اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور اُس پر توکل رکھیں وہ سب خدا کے پاس آنے اور اپنے خالق کے ساتھ ابدی زندگی بسر کرنے کیلئے لاکن ہو جائیں۔

اسلئے ”جو اُس پر ایمان لاتا ہے اُس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا۔ جو اُس پر ایمان نہیں لاتا اُس پر سزا کا حکم ہو چکا۔ اسلئے کہ وہ خدا کے اکلوتے بیٹے کے نام پر ایمان نہیں لایا“، (یوحنا ۳:۱۸)۔

کیا ہی حیران کن نجات دہنده ہے ____ اور کیا ہی حیران کن نجات مسح ہمارے خالق میں ہے مزید جانتا چاہتے ہیں جو بابل مقدس اس کے متعلق فرماتی ہے کہ کیسے ہم ابدی زندگی حاصل کر سکتے ہیں تو مہربانی سے Answer in Genesis کے قریب ترین دفتر کو لکھیں یا فون کریں)۔

سنناتی ائر پورٹ کے قریب اے۔ آئی۔ جی کریشن ہاؤس میوزیم میں خاص چیزیں ہیں جو اس طرح کے سوالات کہ کیوں خدا نے یماری، مصیبت اور موت کو اجازت دی سے نہیں کیلئے کافی ہیں۔ نیشنل سینٹر جو بابل مقدس کے وسیلہ تاریخ کے متعلق معلومات فراہم کرتا ہے کے متعلق مز!

(اگر آپ یہ جانے کیلئے ہماری ویب سائٹ www.creationmuseum.org



حوالہ جات

- ۱۔ یہ نظر ثانی شدہ اور تازہ کتابچہ اصل میں کین ہام اور ڈاکٹر جونا تھن سرفاتی ۲۰۰۱ میں چند اور لوگوں کی مدد سے تحریر میں لائے۔
- ۲۔ ڈیسمڈ، اے۔ اینڈ مُورے، بے۔، ڈارون-- The Life of a Tormented evolutionist ڈبلیو۔ ڈبلیوناڑن اینڈ کمپنی، نیو یارک، صفحہ نمبر ۷، ۳۸۱، ۱۹۹۱۔
- ۳۔ ڈارون، سی۔، On the Origin of Species، ہارورڈ یونیورسٹی پر لیس، کیبرج، میراشو سیٹس صفحہ ۳۹۰، ۱۹۶۲، ۳۹۰۔
- ۴۔ ساگن، سی۔، 2 one voice cosmic fugue، cosmos, part کو پیلک براؤ کا سٹنگ کمپنی لاس انجلس کے KCET سٹیشن سے ماحقہ نے پیش کیا اور اسے پورے امریکہ میں PBS سٹیشن نے ۱۹۸۰ میں پہلی بار چلا�ا۔
- ۵۔ ایسوی اینڈ پر لیس، "Ted Turner was suicidal after break up" www.NYTimes.com/aponline/artsAP-people-Turner.html,
- ۶۔ ٹیکپلیٹن سی۔، Stewart Inc Farewell to God، McClelland اور ٹورنٹو، کینڈا، ۱۹۹۶۔
- ۷۔ ٹیکپلیٹن کے دلائل کی تردید کے لئے دیکھیں Ham, K Byers, S..، "The Slippery slide to unbelief: ایک مشہور مبشر جو امید سے نا امیدی کی طرف جاتا ہے۔ www.answersInGenesis.org

- ۸۔ ٹیکپلیٹن، فنیر ویل صفحہ ۳۰
- ۹۔ ٹیکپلیٹن، فنیر ویل صفحہ ۱۹۸
- ۱۰۔ ٹیکپلیٹن، فنیر ویل صفحہ ۱۹۸-۱۹۹
- ۱۱۔ ٹیکپلیٹن، فنیر ویل صفحہ ۲۰۱
- ۱۲۔ ساگن-سی کوہاں پارٹ دوم
- ۱۳۔ ویلڈ رسمتھ، اے۔ اے، کیا یہ محبت کا خدا ہے؟؟ ٹی۔ ڈبلیو۔ ایف۔ ٹی پبلشرز، کوٹا میسا، کیلیفورنیا صفحہ ۳۲-۳۱، ۱۹۹۱۔
- ۱۴۔ جیسا کہ ایم ایس این بی سی: www.msnbc.msn.com/id/7293186